سید مناظر احسن گیلانی

ظہور نور

قدجاء کم من اللہ نو ر و کتاب مبین (۱) (المائدہ : ۱۵)
ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنو اصلو اعلیہ و سلمو اتسلیما (الاحزاب : ۵۶)(۲)

وقوع سے پہلے واقعات سے آگاہی

نیل کی سرسبز وادی میں ایک منظر پیش آتا ہے، بوڑھی ماں، بوڑھا باپ اپنے گیارہ بیٹوں کے ساتھ ایک جلیل القدر، جمیل پیکر انسان کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔ یہ واقعہ خدا جانے کب پیش آیا، لیکن اس سے تقریباً چالیس پچاس برس پیشتر فلسطین کے ایک گاؤں میں ایک معصوم اور خوب صورت بچہ اپنے بزرگ باپ کی گود میں بیٹھا کہہ رہا تھا : "ابا جان ! رات میں نے عجیب تماشا دیکھا، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ سورج اور چاند اور ان کے ساتھ گیارہ ستارے میرے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔" (۳)

مقدس باپ بچے کے منہ پر ہاتھ رکھتا ہے اور گھبرا کر کہتا ہے : کہ "بیٹا ! اس خواب کو کسی سے نہ کہنا۔" (۴) یہ کیا تھا؟ قرآن میں ہے کہ مصر ہی کا واقعہ تھا جس کی مثالی تجلی کنعانی بچے کی روح لطیف پر برسوں پہلے چمک گئی تھی۔

اسی دریا کے ساحلی شہر میں دیکھا جاتا ہے کہ ایک مجرم سولی پر چڑھایا گیا ہے۔ تڑپ تڑپ کر اسی پر دم توڑتا ہے۔ گدھ گرتے ہیں، چیلیں منڈلاتی ہیں اور اس کے گوشت کو نوچ نوچ کر لے جاتی ہیں۔ قرآن میں ہے کہ اس واقعہ کے وقوع سے بہت پہلے جیل خانے میں جو ایک مجرم نے یہ دیکھا تھا کہ میرے سر پر روٹیاں ہیں اور پرندے اس کو اچک اچک کر لے جاتے ہیں (۵) وہ اسی واقعہ کی ایک دوسری تصویر تھی جو وقوع سے پہلے مرنے

والے کو نظر آ گئی تھی۔

سنہری مسہری پر ایک جابر بادشاہ لیٹا ہوا ہے۔ کیا دیکھتا ہے کہ سات موٹی موٹی گائیں سامنے آئیں، سات دبلی گائیوں کو نگل گئیں۔ اسی کے ساتھ وہ سات خشک اور سات ہرے خوشوں کو دیکھتا ہے۔ (۶) اس پر ایک زمانہ گزر جاتا ہے۔ ملک اس کا آباد ہے، سرسبز ہے، کھیتیاں ہری بھری ہیں، غلوں سے کوٹھے بھرے ہوئے ہیں کہ یکایک قحط پڑتا ہے اور مسلسل سات سال تک رہ جاتا ہے۔ قرآن میں ہے کہ بادشاہ نے جو کچھ دیکھا تھا وہ اسی قحط کی ایک مثالی صورت تھی جو ہونے سے پہلے بادشاہی روح کو نظر آ گئی تھی۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ انسانی فطرت میں جو عقل قرآن کے ذریعے سے پیدا ہوتی ہے اس کے نزدیک نہ صرف یہ ہو سکتا ہے بلکہ ایسا ہوا اور ہوتا رہتا ہے۔ نیند ہی میں نہیں بلکہ بیرونی حواس کے تعطل کی وجہ سے روح انسانی کو بلند پروازیوں کا کافی موقع ملتا ہے، اسی لیے بیداری میں بھی ہونے والے واقعات سے آگاہی کی صورتیں ان کے وقوع سے پہلے کبھی کبھی پیش آجاتی ہیں اور پیش آتی رہتی ہیں۔

کھجور کے ہرے بھرے باغوں کے جھنڈ میں ایک خوب صورت آبادی ہے۔ اس میں آسمان و زمین بلکہ آسمان و زمین کا جو حقیقی سرچشمہ ہے اس کی پیار و محبت کام کر رہتا ہے۔ دل کے اندھوں کی ایک جماعت اس پاک اور پیارے قصبے کو گھیر لیتی ہے۔ کنکریاں ہمالیہ سے ٹکرانا چاہتی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ آبادی کے سامنے ایک گہری خندق کھودی جائے۔ بات مان لی جاتی ہے۔ لنگوٹ باندھ کر پہاڑ کے کھوہ میں بھی ریاضت کی جاتی ہے، لیکن سرمست درویشوں کی یہ عجیب جماعت ہے، بجائے کھوہ کے میدان جنگ میں خندق کھودتی ہے اور سمجھتی ہے کہ اصل ریاضت یہی ہے۔ برستے ہوئے بادل، کڑکتی ہوئی بجلیاں جب اندھیری راتوں میں بیابان کو دہشت ناک بنا دیتی ہیں، کہتے ہیں کہ دھیان جمانے میں ان سے غیر معمولی مدد ملتی ہے۔ لیکن یہاں یہ خیال ہے کہ برستے ہوئے تیر، چمکتی ہوئی تلواروں کی چھاؤں میں توحید کی مشق زیادہ بہتر طریقے سے انجام پاتی ہے۔

مجاہدہ اور ریاضت ہی کے سلسلے میں خندق کی کھدائی کا یہ کام بھی ہے، ماننے والے بھی کھدائی کے اس کام میں مصروف ہیں اور جس کو اپنا پیشوا اور سردار انھوں نے مان لیا ہے، وہ بھی بخندہ جبیں ہاتھ بٹا رہا ہے، جو کچھ وہ کر رہے ہیں اپنی سرداری اور پیشوائی کا خیال کیے بغیر وہی سب کچھ وہ بھی انجام دے رہا ہے۔ مٹی کھودنے، کھود کر

ڈھونے اور باہر پھینکنے میں وہ بھی مشغول ہے۔ کھدائی کا یہ کام جوش و خروش کے ساتھ یوں ہی جاری ہے کہ اچانک ان ہی میں سے ایک درویش جو ایران سے ڈھونڈتے ہوئے ملکوں ملکوں، قبیلوں قبیلوں سے گزرتے ہوئے ان امی عربی درویشوں میں آ کر گھل مل گیا ہے، اسی مبارک قصبے میں اس کو اپنی جان کے مطلوب روح کے محبوب کا پتہ دیا گیا تھا اور یہیں پہنچ کر اس کے قدم تک پہنچنے میں وہ کامیاب ہو گیا تھا جسے خدا ہی جانتا ہے کتنے سالوں سے اس نے کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا اور تلاش کیا تھا۔ پھاؤڑا جو اس ایرانی درویش کے ہاتھ میں تھا بجائے مٹی کے پتھر کی ایک چٹان پر پڑتا ہے، اچانک ایک روشنی چمک اُٹھتی ہے، پھاؤڑا پھر اسی پتھر پر چلا دیا جاتا ہے۔ روشنی پھر چمک اُٹھتی ہے، پھر پھاؤڑا چلتا ہے اور روشنی چمکتی ہے۔ تین تین دفعہ روشنی کی اس جگمگاہٹ نے آخر بے اختیار کر دیا اور مڑ کر اسی سے جس سے سب کچھ پوچھا جاتا تھا، روشنی دیکھنے والے درویش نے پوچھا:۔

بابی انت و امی یا رسول اللہ؟ و قد رایت ذالک یا سلمان

یہ روشنی کیا تھی؟ جواب میں فرمایا جاتا ہے اے سلمان، کیا تم نے بھی یہ روشنی دیکھی؟

ہاں ! یا رسول اللہ ! یہ روشنی مجھے بھی نظر آئی، اس کے بعد اس راز کا افشا کیا گیا کہ ایرانی درویش کی روح میں بھی لطافت پیدا ہو چکی تھی۔ جو کچھ آنے والے زمانے میں سب کی آنکھوں کے سامنے آنے والا ہے، اس کی ایک تجلی تھی جو اس وقت چمک اٹھی ہے، پھر سمجھایا جا رہا تھا:

"پہلی روشنی میں یمن کھولا گیا۔
دوسری روشنی میں مغرب اور شام کھولا گیا۔
تیسری روشنی میں مشرق کھولا گیا۔"

برسوں کے بعد جب یہ ممالک کھلتے اور فتح ہوتے چلے جاتے تھے تو درویشوں کی اس ٹولی کا ایک وارستہ مزاج درویش یہ اعلان کرتا جاتا تھا، رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

فو الذی نفس ابی ھریرۃ بیدہ ما فتحتم من مدینۃ و لا تفتحونھا الی یوم القامیۃ الا و قد اعطی اللہ سبحانہ محمدا صلی اللہ علیہ و سلم

مفاتحیھا قبل ذالک

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں ابوہریرہ کی جان ہے کہ تم لوگوں نے جس شہر کو بھی فتح یا جس کو قیامت تک فتح کرو گے، ان کی کنجیاں خدائے تعالی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے دے چکا ہے۔

(سیرت ابن ہشام، ج ۱، ص ۱۸۹) (۷)

کیا یہ خواب میں دیکھا گیا؟ سب جاگ رہے تھے، کام بیداری کی حالت میں انجام پا رہا تھا مگر سب نہیں دیکھتے، انہوں نے دیکھا جو ایسی باتیں دیکھتے ہیں اور ان کے صدقے میں اس نے بھی دیکھا جو سب کچھ چھوڑ کر ان کے دروازے پر آ کر پڑ گیا، رضی اللہ تعالی عنہ۔

سورج گہنا گیا ہے، تاریکی یکایک پھیل جاتی ہے، کوئی کچھ سمجھتا ہے اور کوئی کچھ، دہقانی گھبرا جاتے ہیں، کسی کو دنیا کی بربادی کا خطرہ ہے۔

قسطنطنیہ کی رصد گاہوں میں سیاہ شیشوں سے آفتاب کے مستور حصے کی نمائش ہو رہی ہے۔

یونان کے متکبر مسکرا مسکرا کر کہہ رہے ہیں کہ اب دو گھنٹے اور باقی ہیں کہ چاند، زمین اور آفتاب کے درمیان سے ہٹ جائے۔

اسکندریہ کے مینار پر طالب علموں کا ایک ہجوم ہے، پروفیسر گردنیں بڑھا بڑھا کر بتا رہے ہیں کہ دیکھو! اس وقت کس ملک میں کتنا حصہ قرص شمس کا چھپا ہوا ہو گا، جنوب میں اتنا، شمال میں اتنا۔

ہندوستان کے تالابوں میں چوٹیاں بڑھائے ہوئے، لنگیاں باندھے لوگ تالابوں میں، دریاؤں میں، ندیوں میں کود رہے ہیں۔ ان میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی، ایک دوسرے کے ساتھ چہل میں مصروف ہیں، کسی کے جی میں آتا ہے تو کچھ دان بھی کر رہا ہے۔

لیکن ان سب سے الگ ایک ریگستانی آبادی میں نور کا ایک مجسمہ، ڈھلا ہوا پتلا، وقار و متانت کے ساتھ آفتاب و ماہتاب کے سامنے نہیں، رصد گاہ اور دوربین کے آگے نہیں، بلکہ اسی کے آگے جس کے آگے سب کچھ ہے، وہ جھکا ہوا ہے، کثرت سے ہٹ کر وحدت کے نقطۂ نظر پر اپنے کو، اپنے سارے احساسات کو سمیٹے ہوئے ہے، اسی میں غرق اور ڈوبا ہوا ہے، اس کے پیچھے قدوسیوں کا ایک مجمع اسی نیاز و عقیدت کے ساتھ عالم کی مرکزی قوت میں

جذب ہو گیا ہے۔ کسی کو کسی کی خبر نہیں ہے۔ جیسے جیسے شب کا مستعار نور گھٹ رہا ہے، سرمدی روشنی کے سمندر میں ہیجان پیدا ہو رہا ہے۔ حقیقت بڑھ رہی ہے۔ مجاز گھٹ رہا ہے۔ جو نہ تھا وہ نہیں ہو رہا ہے اور جو تھا وہی ہو رہا ہے۔ اس وقت دریائے نور میں جنبش ہوتی ہے، آگے بڑھتا ہے، پیچھے ہٹتا ہے، جب حال مقام سے بدل جاتا ہے، سکون پیدا ہوتا ہے تو لوگ پوچھتے ہیں کہ آپ آگے کیوں بڑھے اور پیچھے کیوں ہٹے؟ آپ نے فرمایا:۔

انی اریت الجنة فتنا ولت عنقو دا و لو اصبته لا کلتم منه
مابقیت الدنیا۔ و اریت النار فلم ار منظر اانما الیو م قط اقطع

(بخاری جلد ۱ ص ۱۳۱)

میں نے جنت کو دیکھا اور ایک خوشہ انگور کا اس سے لینا چاہا اور اگر لے لیتا تو جب تک دنیا باقی ہے تم اس سے کھاتے رہتے اور مجھے جہنم بھی دکھائی گئی، آج سے زیادہ دہشت ناک منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا

اس کے بعد آپ نے ان لوگوں کو جو قیام قیامت اور حساب و کتاب کے بعد ہی جہنم میں جائیں گے، ان ہی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جہنم میں دیکھا۔ جو واقعہ مستقبل اور آنے والے زمانے میں پیش آنے والا ہے اس کے مکاشفے کی ایک شکل کے سوا اس مشاہدے کو اور کیا سمجھا جائے۔ پھر یہی نہیں "الجنة" جس کی وسعت قرآن ہی کی رو سے آسمان و زمین کی وسعت کے جیسی ہے، اس کے لیئے بھی مدینہ منورہ کی مسجد نبوی کی دیوار میں جگہ نکل آئی اور جہنم کے لیے بھی، مشاہدہ قطعی ہے، لیکن اس مشاہدے کا تعلق علم و ادراک کے عام ذرائع سے نہیں ہے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ان ساری جانی پہچانی عام اور مشہور واقعات کو مانتے ہوئے ان مشاہدات و مکاشفات سننے سے لوگوں میں وسوسے کیوں پیدا ہوتے ہیں، جو خاتم النبین سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد مبارک کے سلسلہ میں بیان کیے جاتے ہیں۔

آخر مصر کے قحط کو، ایک جابر بادشاہ اس کے وقوع سے پہلے اگر دیکھ سکتا ہے، ایک مجرم قیدی اپنے سولی پانے کا تماشا مدتوں قبل جیل خانے کی بند کوٹھڑی میں بحالت خواب ملاحظہ کر سکتا ہے، حالانکہ نظام تکوینی میں نہ مصر کے قحط کو چنداں دخل ہے اور نہ

ایک معمولی قیدی کے سولی پانے کا واقعہ عالم کے سمندر مواج میں ایک ہلکے بلبلے سے زیادہ وقعت رکھتا ہے، مگر ان واقعات کو، قرآن کی شہادت ہے کہ وقوع سے پہلے دیکھا گیا۔

میلاد مبارک ۔ انکشاف صدیوں پہلے

پھر کیا ہوا۔جب احمد سب قوموں کا حجی نبی (۷-۱۱) آرہا تھا تو دو ہزار سال پہلے سینا کے جلالی پیغمبر نے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ روشن شریعت ہاتھ میں لیے ہوئے (استثناء باب ۳۳-۲) آتے ہوئے دیکھا۔ بے شک یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار سال بعد یوں ظہور پذیر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار صحابہ کے جھرمٹ میں مکہ معظمہ کی گلیوں میں داخل ہوئے۔(۸)اور اسی واقعہ کی ایک غیبی تجلی تھی جس کا عکس قلب موسوی پر دو ہزار برس پیشتر ہی چمک اٹھا تھا۔

یسعیا نبی فلسطین میں صدیوں پیشتر اعلان کرنے لگے :-

"حکم پر حکم، قانون پر قانون تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں ہو گا۔" (۱۳-۲۸)،ہوا تو یہ سات آٹھ سو برس بعد کہ قرآن مجید کچھ مکہ میں اور کچھ مدینہ میں نازل ہوا، لیکن دیکھا گیا بہت پہلے، کیونکہ اس سے زیادہ اہم واقعہ عالم ایجاد میں کوئی نہیں ہونے والا تھا اور ایک موسیٰ اور یسعیا کیا، ان صاف دلوں، پاک روحوں میں ایسا کون تھا جس نے ہنگامۂ تکوین کی اس سب سے بڑی موج کی جنبش کو نہیں دیکھا۔سلیمان کو "اس قسم کا بلند از بس شیریں اور وہ سراپا "محمد" (ستودہ صفات) نظر آیا۔(۹) داؤد نے اس کے دہنے ہاتھ کے ہیبت ناک کام (زبور باب ۴۵) مارمیت اذرمیت (۱۰) کے تماشے، حجی نبی نے سب قوموں کو ملتے ہوئے (باب ۷-۲) حضرت مسیح نے "سب کچھ کہتے ہوئے "سچائی کی ساری راہیں بتاتے ہوئے (یوحنا باب ۱۳-۱۶)اپنے عہد پاک میں دیکھا۔(۱۱)

ان لوگوں نے تو اس وقت دیکھا جب کہ وہ اس عالم سے دور تھا، لیکن جوں جوں وہ موج اعظم غیب کے پردوں کو چاک کرتی ہوئی، نقاب پر نقاب الٹتی ہوئی عبدالمطلب کے صلب مبارک تک پہنچ گئی اور وہاں سے حضرت عبداللہ اور عبداللہ سے حضرت آمنہ تک منتقل ہوئی تو کیا ہونا چاہیے تھا؟

روایتیں نہ ہوتیں تو عقل سمجھتی کہ بہتوں نے اسے دیکھ لیا ہو گا، سینکڑوں پر

اس کی ظاہر ہونے والی تجلی کسی نہ کسی شکل میں پرتو فگن ہوئی ہوگی، لیکن جب عقل کی تائید نقل سے ہو رہی ہے تو پھر ان واقعات کے بیان کرنے سے "کنوؤں کے مینڈک" ہی نہیں بلکہ سمندر کے نہنگ بھی گھبراتے ہیں، شرماتے ہیں، دور از کار کہہ کر اس کو ٹالنا چاہتے ہیں، یا بقول شخصے ہر تھو خیرا جیسے پیدا ہوتے ہیں العظمۃ للہ۔ اسی طرح دنیا میں وہ پیدا ہوا تھا جس کے لیے سب کچھ پیدا ہوا صلی اللہ علیہ وسلم، حالانکہ میں بتا چکا ہوں کہ مصر کے مجرم قیدی کے سولی کا واقعہ جب غیب میں کوئی نہ کوئی رنگ اختیار کر لیتا ہے جسے سلسلۂ موجودات میں کوئی اہمیت نہیں تو پھر قیاس کرنا چاہیے کہ عالم جس کے لیے ہے اور وہ جو سارے عالم کے لیے ہے اور خود حق کی زبان میں ہر ذرہ کائنات کے لیے جو رحمت ہے، اگر ظہور سے پہلے اسی کی غیبی تجلیوں کا کشف کسی کو خواب میں یا کسی کو بیداری میں ہوا تو اچنبا کرنے والے کیوں پوچھتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا اور کیسے ہوا؟ میں یہ کہ مسلمانوں کو ہر سچی جھوٹی روایت پر ایمان لے آنا چاہیے۔ محدثین نے تنقید روایات کے جو اصول مقرر کیے ہیں ان سے لاپروائی اختیار کر کے میرا قطعاً مدعا یہ نہیں ہے کہ دیوانے جو کچھ پھیلاتے رہیں اسے ابلہوں کا طبقہ بلاچون و چرا مانتا چلا جائے۔

تاریخ و حدیث میں فرق

لیکن حدیث اور تاریخ میں فرق کرنا ضرور ہے۔ حدیث سے عقائد اور احکام پیدا ہوتے ہیں اس لیے اس میں شدید احتیاط کی ضرورت ہے، لیکن تاریخ سے فقط واقعات معلوم ہوتے ہیں۔ پھر جس معیار پر عموماً تاریخی روایتیں جانچی جاتی ہیں ان ہی پر میلاد مبارک کی روایتوں کو بھی چاہیے کہ جانچا جائے، کیونکہ میلادی روایتوں سے نہ عقیدے کا پیدا کرنا مقصود ہے اور نہ کسی قانونی حکم کے استنباط میں ان سے کام لیا جاتا ہے۔ ایک واقعہ ہوا ہے بس اتنا ہی ظاہر کرنا ہے اور اس کے لیے صرف یہ دیکھ لینا چاہیے کہ گرد و پیش کے حالات اس کے موید ہیں یا نہیں؟ اور یہ کہ واقعہ کے امکان کے لیے قریبی قرائن موجود ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں اور اس کے بعد ایسے ذرائع جن پر تاریخ میں اعتماد کیا جاتا ہے، ان کے توسط سے ہم تک کسی واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کی اطلاع پہنچتی ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ اس کے انکار کی گنجائش عقل ہو یا منطق، آخر خواہ مخواہ کیسے اور کیوں پیدا کرے گی۔

یہ ایک بڑا مغالطہ ہے کہ محدثین کی کڑی تنقید کا حربہ تاریخی روایتوں پر بھی چلا دیا جائے۔ حالانکہ اگر ایسا کیا جائے گا تو دنیا کی تمام تاریخیں نہ صرف قدیم زمانے کی بلکہ زمانۂ

حال کے متعلق جو تاریخی روایتیں جمع کی جاتی ہیں، یقین کیجیے کہ یکایک ان کا سارا دفتر بے معنی ہو کر رہ جائے گا۔ آخر کس قوم کی تاریخ اس طریقے سے مرتب ہوئی ہے کہ اس کے ہر واقعہ کی سند شاہد عینی تک مسلسل پہنچتی ہو، پھر سلسلے کا ہر راوی صدوق (سچا) متقی (پارسا) قوی الحافظہ، عادل، ضابط، الغرض ہر قسم کی اخلاقی کمزوریوں سے بلند ہو اور حفظ روایت کے لیے اس کے پاس تمام فطری قوتوں سے ممکنہ حد تک آراستہ و پیراستہ ہو، اس کے حافظے میں، بیان کرنے میں، سمجھنے میں کسی قسم کا جھول نہ ہو۔ اللہ اکبر یونان و روما، ایران و ہند، عرب و اندلس کی تاریخیں تو خیر، ہمارے زمانے کی عالم گیر جنگوں کے حوادث جو گزرے ہیں، کیا ان میں پیش آنے والے واقعات جن کا مورخین اپنی کتابوں میں ذکر کر رہے ہیں یا آئندہ کریں گے محدیثن کے تنقیدی معیار پر واقعہ تو یہ ہے کہ ان کی تصحیح آسان نہیں ہے۔ احکام و قوانین جن حدیثوں سے پیدا ہوتے ہیں ان کو اپنے مقررہ معیار پر جانچ جانچ کر محدثین نے مسلمانوں تک جو پہنچایا ہے، میرے نزدیک تو یہ بھی عظیم الشان معجزہ ختم نبوت کا اسی طریقے سے ہے جیسے قرآن مجید کا ہزار ہا فتنوں اور مصائب سے بچ کر پاک و صاف نکل آنا اور دنیا میں اعتماد و اطمینان کی پوری ضمانتوں کے ساتھ باقی رہنا، اس آخری نبوت کے معجزے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

بہر حال عقل کا تقاضہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب ظہور سے پہلے غیب کے مختلف پردوں پر آمد آمد کی مختلف تجلیاں تڑپ رہی ہوں گی۔ ملکوت و جبروت و مثال ہر مقام کی یہی ہنگامہ آرائیاں خواب یا بیداری میں لوگوں پر اگر منکشف ہوئیں اور مکاشفاتی رنگ میں پانے والے ان کو اگر پاتے رہے ہیں تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگ ان واقعات کو حیرت سے کیوں سنتے ہیں! بلکہ حق تو یہ ہے کہ اس نوعیت کی آگاہیوں کا تذکرہ اگر نہ کیا جاتا تو یہ واقعہ محل تعجب ہو سکتا تھا۔

آخر اس کے بھی کوئی معنی ہیں کہ بادشاہ کا ساقی اپنی اس خدمت کو اس کے وقوع سے پہلے ایک خاص رنگ میں دیکھ لیتا ہے۔ (۱۲) حالانکہ یہ بھی کوئی واقعہ ہے، لیکن جب "آسمان کی بادشاہت" (۱۳) کا زمانہ بالکل قریب آجاتا ہے تو سوچنے والے آخر یہ کس طرح سوچتے ہیں کہ اس وقت کچھ نہ ہوا۔

اب لوگوں کو کیا کہیے، پہلے تو تاریخی واقعات اور آثار و احادیث جن سے مسلمانوں کی دینی زندگی کے قوانین پیدا ہوتے ہیں، ان دونوں میں جو جوہری امتیاز ہے،

اس سے چشم پوشی کی گئی ۔ اور کیا عرض کیا جائے، صحیح اور غلط روایتوں میں تمیز کے لیے بعضوں میں روحانی بصیرت پیدا ہو جاتی ہے، اس سے بھی لوگ عموماً محروم ہوتے ہیں۔ ورنہ مسلمانوں کے ایسے اکابر مثلاً حضرت سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب میلادی واقعات کو بیان فرماتے تھے، تو سند کے جھگڑوں سے الگ ہو کر لکھا ہے کہ اپنی روحانی بصیرت پر اعتماد کرتے ہوئے فرماتے :-

"جب اللہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آمنہ کے بطن مبارک میں ظاہر کرنا چاہا تو اس وقت رجب کا مہینہ اور جمعے کا دن تھا۔ اس وقت خدائے قدوس نے بہشت کے فرشتے رضوان کو حکم دیا کہ فردوس کے دروازے کھول دو۔"

اور اس وقت پکارنے والے نے آسمان اور زمین میں پکارنا شروع کیا کہ چھپا ہوا محفوظ نور آج کی رات آمنہ کے شکم مبارک میں ٹھہرتا ہے اور یہیں آپ کی شکل و صورت تیار ہو گی اور وہ دنیا کو خوشخبریاں دیتے ہوئے اور ڈراتے ہوئے آگے بڑھے گا۔ (۱۴)

اور بات سچی ہے بھی یہی کہ جو دیکھ سکتا ہے اس کو سننے کی کیا ضرورت ہے۔ البتہ دیدہ کی جانچ دیدہ سے ہو سکتی ہے جن کی آنکھیں زیادہ روشن ہیں، ظاہر ہے کہ ان کی چیزیں کم روشنی والوں پر مرجح ہوں گی، اور اسی لیے کہا جاتا ہے کہ شریعت یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی باتوں میں الہام اولیاء حجت نہیں، لیکن جہاں دیدہ دیدہ میں تزاحم نہ ہو تو پھر شنیدہ سے اگر وہ ٹکرائے تو ٹکرانے دو، قوی، ضعیف کو خود مغلوب کرے گا۔

الحاصل میرے نزدیک میلاد مبارک کے ایسے تاریخی واقعات جن کا کشف و شہود بعض خاص نفوس کو ہوا، زیادہ سے زیادہ عام تاریخی روایات کے جانچنے کے جو قدرتی ذرائع ہیں انہی کے معیار پر جانچ لینے کے بعد، میں تو نہیں سمجھتا کہ ان کے بیان کرنے سے لوگ خواہ مخواہ ہچکچائیں۔ ان مکاشفات و مشاہدات کے سننے سے واقعات جو کسی زمانے میں پیش آئے تھے، ان کا علم ہوتا ہے، دل کی روشنی بڑھتی ہے، ایمان شاداب ہوتا ہے، اور آج بھی روحانی بصیرت رکھنے والے جن چیزوں کو پاتے ہیں ان کی توثیق و تصدیق ان روایات سے ہوتی ہے۔

بڑے غضب کی یہ بات ہو گی کہ جس طرح نپولین پہلے نپولین نہیں تھا اور بعد کو اپنی ذاتی کدو کاوش سے نپولین بن گیا، اسی طرح یہ سمجھا جائے کہ نبی بھی پہلے نبی نہیں

ہوتا، اور بعد کو نبی بن جاتا ہے، حالانکہ خدا جن کو اپنے لیے بناتا ہے ان کا یہ حال قطعاً نہیں ہوتا۔ وہ نبی ہوتے ہیں اور ماں کے پیٹ میں نبی ہوتے ہیں، باپ کی پیٹھ میں نبی ہوتے ہیں، مثال میں نبی ہوتے ہیں، ملکوت میں نبی ہوتے ہیں، جبروت میں نبی ہوتے ہیں بلکہ واقعہ وہی ہوتا ہے جو فرمایا گیا ہے کہ کنت نبیا و آدم بین الروح و الجسد یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نبی تھا اور آدم ابھی روح و جسد کے درمیان تھے، یعنے ابھی ان کی روح جسد سے متعلق نہیں ہوئی تھی۔(۱۵)

کیا تماشا ہے کہ بعض علما رسوم اس کو علم الہئی پر محمول کرتے ہیں، حالانکہ اس میں آپ کی بھلا کیا خصوصیت ہے۔ علم الہی میں تو ہر چیز اسی وقت سے ہے جس وقت آدم علیہ السلام پیدا نہیں ہوئے تھے

ماضی کے روایات کی تصدیق مستقبل کی روایتوں سے

آیندہ آنے والے غیب (یوم قیامت) میں جو کچھ ہوگا اس کو سب ہی مانتے ہیں اور اعلان کرتے پھرتے ہیں کہ وہی سارے انبیا و رسل علیہم السلام کے آگے آگے حشر کے میدان میں آئیں گے۔ان ہی کی مبارک انگلیاں جنت کی زنجیروں سے مس ہوں گی، ان ہی کی زبان سب سے پہلے شفاعت کے لیے کھلے گی (۱۶) ان ہی کے پیچھے پیچھے بنی آدم کا سب سے بڑا گروہ ہوگا۔(۱۷) ان ہی کے پنجہ سیمیں میں حمد کا پھریرا ہوگا۔ان ہی کے پرچم کے نیچے آدم بھی ہوں گے اور ان کی ساری اولاد۔(۱۸) یعنی ابراہیم علیہ السلام بھی، موسیٰ علیہ السلام بھی، عیسیٰ علیہ السلام بھی، وہی اللہ کے عرش و جلال کے سامنے اس مقام پر ہوں گے جہاں پر کوئی نہ ہوگا۔(۱۹) وہ اس وقت بولیں گے جب سب چپ ہوں گے۔انہی کی زبان اس وقت کھلے گی جب سب کی زبانیں خاموش ہوں گی۔

پھر آنے والے غیب میں جس کی شان و شکوہ، جاہ و جلال کا یہ حال ہوگا تو پھر کیا ہوا، اگر ماضی کو گزرنے والے غیب میں قرب ظہور کے وقت یہ باتیں ہویدا ہوئیں اور خاص خاص نفوس پر ان ہی کی تجلیاں کسی نہ کسی رنگ میں چمک گئی تھیں یا خواب اور رویا میں دیکھنے والوں نے دیکھا۔

اب آپ کے آگے خواب یا بیداری کے ان ہی "میلادی مکاشفات" کے سلسلے کی بعض روایتوں کا تذکرہ ایک خاص ترتیب کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ان فی ذالک ذکری

لاولی الباب۔

میلادی مکاشفات

مطلبی بشارت

(۱) حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ حطیم (کعبہ کے متصل ایک جگہ) میں سویا ہوا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عظیم الشان درخت زمین سے اگا، اگا اور بڑھا، بڑھتے بڑھتے اس کی پھنگوں نے آسمانوں کو چھو لیا، اور اس کی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیل گئیں، اس کے پتے چمک رہے تھے، ان کی چمک ایسی تھی کہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ آفتاب کی روشنی سے ستر گنا زیادہ تھی، میں نے دیکھا کہ عرب و عجم کے رہنے والے یکایک اس درخت کے سامنے جھک گئے، اور اس کی روشنی آہستہ آہستہ بڑھتی جا رہی تھی، اگر کبھی کبھی ماند بھی پڑ پھر چمک اٹھتی، میں نے دیکھا کہ قریش کے کچھ لوگ اس درخت کی شاخوں سے لپٹ گئے اور بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس کو کاٹ دینا چاہتے ہیں لیکن کاٹنے کے ارادے سے جب اس درخت کے قریب ہوتے ہیں تو ایک خوب صورت حسین نوجوان آگے بڑھ کر ان کو روکتا ہے، میں نے اس سے زیادہ حسین و شکیل جوان آج تک نہیں دیکھا تھا، اور نہ اس سے زیادہ خوشبو میں نے کسی کے جسم سے پھیلتے دیکھی۔ بہر حال جب وہ کاٹنے کا ارادہ کرتے تو جوان بڑھتا اور انھیں روک دیتا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیتا اور پیٹھوں کو توڑ دیتا ہے، میں نے بھی چاہا کہ اس درخت کی شاخوں سے لپٹ جاؤں، لیکن قادر نہ ہو سکا، میں نے اسی جوان سے پوچھا تو اس نے کہا کہ تیری قسمت میں نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ پھر کن لوگوں کے لیے اس میں حصہ ہے۔ بولے:۔ جنھوں نے آگے بڑھ کر شاخیں تھام لی ہیں۔

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں خواب دیکھ کر جب اٹھا تو پریشان تھا۔ ایک جوگن (کاہنہ) کہ قریب ہی میں کہیں رہتی تھی، اس سے جا کر اپنا خواب بیان کیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کاہنہ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور گھبرا کر بولی کہ عبدالمطلب اگر تم سچ کہتے ہو تو تمھاری پشت سے ایک شخص ظاہر ہو گا جو مشرق و مغرب کا مالک ہو جائے گا اور دنیا اس کے

آگے جھک جائے گی۔(۲۰)

(۲) دوسرا خواب حضرت عبدالمطلب ہی کا یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ (۲۱) میری پشت سے ایک نقرئی زنجیر نکلی ہے، جس کا ایک کنارہ آسمان کی طرف چلا گیا اور دوسرا زمین تک، اور اسی زنجیر سے دو شاخیں بعد کو پھوٹیں جو مشرق اور مغرب کے کناروں تک پھیل گئیں۔ اس کے بعد وہ زنجیر ایک درخت کی شکل میں بدل گئی، اس درخت کے ہر پتے پر روشنی تھی اور پورب، پچھم، مشرق و مغرب کے لوگ اس میں لٹک رہے ہیں۔

حضرت عبدالمطلب نے اس کو پہلے دیکھا تھا لیکن آج چودہ سو برس بعد ہم اس واقعہ کو اپنی تمام خصوصیتوں کے ساتھ اس وقت دیکھ رہے ہیں اور جب تک دنیا ہے دیکھتی رہے گی۔

پتوں کی روشنی چمکنے کے بعد کبھی دھیمی پڑتی اور پھر چمک اٹھتی۔ اس میں اسلام کے عروج و زوال کا لطیف غیبی اشارہ ہے۔ دھیمے پڑ جانے کے بعد چمک اٹھنا، پہلے بھی متعدد بار اس کا تجربہ ہو چکا ہے، اس وقت بھی ہو رہا ہے اور آیندہ بھی ہو گا۔ دھیمی پڑ جائے یہ تو ہو سکتا ہے، لیکن یہ روشنی (خاکم بدہن) کبھی ختم ہو گی، ایسا کبھی نہ ہو گا کہ نہ اب کوئی نئی کتاب اترنے والی ہے اور نہ کوئی نیا نبی آنے والا ہے۔

ناک کے قیافہ سے شناخت

(۳) حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ سردیوں کا موسم تھا اور میں تجارت کی غرض سے یمن جا رہا تھا۔ راہ میں ایک یہودی جوتشی سے ملاقات ہوئی، اس نے مجھ سے کہا کہ اے عبدالمطلب! کیا تم مجھے اجازت دے سکتے ہو کہ میں تمہارے بدن کو دیکھوں؟ آپ نے فرمایا کہ ستر عورت کے سوا جس حصے کو چاہو دیکھ سکتے ہو۔ اس نے میری ناک کے دونوں نتھنوں کو پکڑا اور غور سے دیکھنے لگا۔ اس کے بعد بولا کہ "میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ تمہارے ایک نتھنے میں نبوت ہے اور دوسرے میں بادشاہت۔" اس کے بعد اس نے مشورہ دیا کہ "اگر بنی زہرہ کے قبیلے میں تم نکاح کرو گے تو یہ بات حاصل ہو سکتی ہے۔" (۲۲) جوتشی کی پیشین گوئی پوری ہوئی، نبوت کا ظہور جس شان سے ہوا وہ تو ظاہر ہی ہے اور حضرت عباس کی نسل میں سلطنت کا دور دورہ جس طرح ہوا اس کو بھی سب جانتے ہیں۔ ان کشفی آثار کا مشاہدہ تو حجاب مطلبی میں کیا گیا تھا۔

ان کے سوا ایک واقعہ اور بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب مکے پر اصحاب فیل کا حملہ ہوا تو حضرت عبدالمطلب کی پیشانی سے ایک روشنی تڑپ کر نکلی اور ہلال بن کر چمکنے لگی۔

کہاجاتا ہے کہ اس روشنی نے حرم کو منور کر دیا تھا، لیکن تاریخی طور پر اس واقعہ کے متعلق یہ شک پیدا ہوتا ہے کہ جب اصحاب فیل کا مکہ پر حملہ ہوا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمنہ کے بطن میں منتقل ہو چکے تھے ۔ اس وقت عبدالمطلب کی پیشانی سے ظہور کیسے ہوسکتا ہے ۔بلاشبہ یہ ایک تاریخی اعتراض ہے اور گو اس کے متعلق بہت کچھ کہا جاسکتا ہے لیکن میں نے قصداً اس کو ترک کر دیا، کیونکہ عامہ مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت عام فیل میں ہوئی۔ابن جوزی نے اس کو جمہور کا متفقہ فیصلہ قرار دیا ہے۔

حجاب پدری کے آثار

(۴) آپ بہرحال جب حضرت عبدالمطلب کے صلب سے گزر کر پدر بزرگوار حضرت عبداللہ کی پشت میں جلوہ فرما ہوئے تو اس وقت بھی بعض واقعات پیش آئے ہیں، ان کا کتابوں میں ذکر کیا جاتا ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پدر بزرگوار حضرت عبداللہ کو حضرت عبدالمطلب اس لیے لے جا رہے تھے کہ آپ کا نکاح کر دیں ، راہ میں ایک بیراگن جو یہودن تھی، نام جس کا فاطمہ بنت مر تھا ، اس نے حضرت عبداللہ میں یکایک ایک روشنی کا مشاہدہ کیا اور بڑھ کر ان سے ملی، ارادہ ظاہر کیا کہ وہ اس نور کو اس تک منتقل کر دیں ، لیکن آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ حرام طریقوں سے مجھے پرہیز ہے ، علاوہ اس کے والد ہمارے ساتھ ہیں، پس ان کو کس طرح چھوڑ سکتا ہوں۔ کہاجاتا ہے کہ جب حضرت عبداللہ کا نکاح حضرت آمنہ سے ہو گیا تو آپ دوبارہ اسی بیراگن کے پاس سے گزرے ، مگر اب کے اس نے بات بھی نہ پوچھی۔ (۲۴)

بعض لوگوں نے اس عورت کا نام لیلیٰ عدویہ بھی بتایا ہے ، (۲۷) بعض قتیلہ کہتے ہیں ،بعضوں کے نزدیک رقیقہ بنت نوفل ہے۔

(۵) اس سلسلے میں ایک اور روایت بھی موالید میں عام طور پر مشتہر ہے کہ بنی عبد مناف اور بنی مخزوم کی کچھ عورتیں جن پر حضرت عبداللہ کے اس حال کا مکاشفہ ہو گیا تھا، عمر بھر پچھتاتی رہیں اور اسی غم والم میں انہوں نے شادی نہیں کی۔یہاں تک کہ کنواری ہی مر گئیں۔ زرقانی نے ابن عباس سے "روی" کے لفظ سے اس کو نقل کیا ہے ۔لیکن یہ روایت کس کتاب کی ہے ،اس کا حوالہ درج نہیں اور نہ مجھے اب تک اس کا پتہ چلا ہے ۔ غالباً یہ عورتیں عرب کی جوگنیں (کاہنات) (۲۵) تھیں جن سے غیر معمولی باتوں کا علم کسی نہ کسی رنگ میں ہو جاتا تھا۔

بہر حال اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو یہ ماننا پڑے گا کہ یہ عورتیں علم کہانت سے شاید کچھ تعلق رکھتی تھیں، ورنہ عام طور پر تمام عورتوں کا اس سے مطلع ہونا اور ٹھیک شب حمل میں قریش کی ساری عورتوں کا آتش رشک و حسد میں جل کر بیمار ہونا ثابت نہیں اور نہ تاریخی لحاظ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

آخری حجاب مادری

حجاب عبداللہ کے بعد سیدہ آمنہ کے بطن مبارک تک پہنچنے کے بعد سارے پردے گویا اٹھ چکے تھے، اب صرف ایک پردہ باقی تھا، اگر اس وقت عالم شہادت میں یہ روشنی چھن چھن کر زیادہ زور و شور کے ساتھ آنے لگی تو یقیناً یہ وقت کا تقاضہ تھا، اب غیب کا ڈانڈا شہادت سے گویا مل رہا تھا، برقی رو کے تاثرات غیب سے چمک چمک کر، جھلک جھلک کر شہادت کو جگمگا رہے ہوں گے۔ اگر عالم خواب یا عالم بیداری میں سیدہ آمنہ کو عجائب و غرائب نظر آنے لگے تھے تو آپ خود سوچیے کہ اس کے سوا اور ہوتا کیا؟ سب قوموں کا ہلانے والا آرہا ہے۔ آسمانی بادشاہت جس کے قریب آنے کی بشارت حضرت مسیح علیہ السلام نے دی تھی آسمان کی وہی بادشاہت اب زمین پر آرہی ہے۔

یسعیا نبی کی پکار

بقول یسعیا نبی "اٹھ روشن ہو کہ تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا" دیکھ ! تاریکی زمین پر چھا گئی اور تیرگی قوموں پر، لیکن خداوند تجھ پر طالع ہوگا اور اس کا جلال تجھ سے نمودار ہوگا اور قومیں تیری روشنی میں اور شاہاں تیری طلوع کی تجلی میں چلیں گے۔" (۲۹)

امت کے سردار کی بشارت

(۶) سیدہ آمنہ فرماتی ہیں جس وقت میں حاملہ ہوئی تو مجھے نیند آ گئی، کیا دیکھتی ہوں کہ ایک شخص مجھ سے کہہ رہا ہے۔ "اے آمنہ تو اس امت کے سردار کی حاملہ ہوئی۔" (۲۷)

آثار حمل کا عدم احساس

(۷) آپ یہ بھی فرماتی ہیں ورنہ یوں مجھے بالکل پتہ نہ چلا کہ میں حاملہ ہوں، کیونکہ مجھے نہ کوئی گرانی محسوس ہوئی اور نہ میں نے ان اثرات کو محسوس کیا جو عام طور پر حمل میں عورتوں کو معلوم ہوتا ہے۔ البتہ جب طمث کو میں نے منقطع ہوتے ہوئے دیکھا تو سمجھی۔

سارے بنی آدم کے سردار کی بشارت

(۸) پھر فرماتی ہیں کہ میں نے پھر خواب دیکھا کہ کوئی کہنے والا مجھ سے کہہ رہا ہے "تو سارے بنی آدم کے سردار سے حاملہ ہوئی۔"

سیدہ آمنہ کا بیان ہے کہ پکارنے والا جس وقت یہ پکار رہا تھا، اس وقت میں نہ تو پوری طرح جاگ رہی تھی اور نہ سو رہی تھی، ایک درمیانی کیفیت تھی۔ (۲۸)

قریش کے حیوانات کا ایک دوسرے کو مژدہ

(۹) اس سلسلے میں اس مکاشفے کا بھی ذکر کیا جاتا ہے جو ابن عباس سے مروی ہے، کہ۔

" جس رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آمنہ حاملہ ہوئیں تو قریش کے مویشیوں، چوپایوں نے ایک دوسرے کو بشارت دی کہ قسم ہے کعبے کے رب کی کہ آج کی رات، دنیا کا سردار اور زمانے کا چراغ اپنی ماں کے پیٹ میں آگیا۔" (۲۹)

(۱۰) اسی روایت میں یہ مکاشفہ بھی درج ہے کہ مشاہدہ کیا گیا کہ بیابانوں کے درندے، چرند، ادھر سے ادھر بھاگے پھرتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کو مژدہ سناتے تھے۔ آگ ابراہیم علیہ السلام کو پہچانتی ہے، دریا موسیٰ علیہ السلام کو جانتا ہے، پھر اگر درندوں اور پرندوں نے ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کی آرزو اور دعا کو پہچانا تو اس کے سوا آخر اور ہوتا کیا؟

سلاطین پچھاڑے گئے

(۱۱) بعضوں کو عالم غیب میں یہ بھی محسوس ہوا کہ سلاطین دنیا کے سرنگوں ہوگئے۔ لوگوں کو اس پر حیرت ہوئی کہ سرنگوں تو بعد میں ہوئے، پھر پہلے کس طرح اس کا مشاہدہ کیا گیا؟ لیکن میں عرض کر چکا ہوں کہ ایسا بھی ہوتا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ، بھائیوں کو سجدہ کرتے ہوئے برسوں پیشتر دیکھ لیا تھا تو جو بعد کو سرنگوں ہوئے، کسی رنگ میں ان ہی کی نگوساریوں کا عکس دلوں پر پڑ گیا تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

نور کا افشا

اسی مکاشفے کا وہ اہم جز ہے جس میں سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ "میں جس وقت حاملہ

ہوئی، اس وقت دیکھا کہ مجھ سے ایک نور نکلااور رومیوں کے جو قلعے بصری وشام میں تھے وہ میرے سامنے آگئے۔"(۳۰)

حضرت مسیح کی بشارت کااعادہ

(۱۲)ایک مکاشفہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ "ایام حمل کے ہر مہینے میں پکارنے والایہ پکارتا تھا کہ مبارک ہو کہ ابوالقاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کےظہور کاوقت قریب آگیا۔"

یہ وہی جملہ ہے کہ جس کو حضرت مسیح علیہ السلام نے اس واقعہ سے صدیوں پیشتر ان لفظوں میں ادا کیا تھا:

"توبہ کرو کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے۔"(۳۱)

بہر حال یہ کوئی نئی آواز نہیں تھی جو پیدایش سے چند مہینے پیشتر سنی گئی، ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ صدیوں پہلے پکارنے والے یہی پکارتے ہوئے چلے آرہے تھے۔

اسم مبارک کی بشارت

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا زمانہ قریب آگیا تو میں نے پھر خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھ سے کہہ رہا ہے۔

یہ کہہ کہ "اے عورت میں اس بچے کو خدائے واحد کی پناہ میں دیتی ہوں۔ ہر حاسد سے بچاتی ہوں اور دیکھ اس کانام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھنا۔"(۳۲)

اب وہ وقت ہے کہ غیب سے جو روشنی اس دھوم دھام سے چلی تھی وہ عالم شہادت پر جلوہ انداز ہو، اس وقت ملاء اعلیٰ سے لے کر مثال تک، اور مثال سے شہادت تک ایک عجیب گہما گہمی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے تو جس ٹیکرے پر ان کی والدہ تھیں اس کے نیچے ایک نہر جاری ہو گئی اور ذراسی جنبش سے کھجور کے پکے ہوئے پھل ان کی گود میں ٹپک ٹپک کرگرنے لگے۔ کیا یہ افسانہ ہے؟ کون ہے جس نے اس واقعہ کو قرآن میں نہیں پڑھا ہے۔ کیا اسی قرآن میں نہیں ہے کہ مسیح کی ولادت کے وقت پکارنے والاپکار رہا تھا:

فناداها من تحتها الا تحزنی۔ قد جعل ربک تحتک سریا وهزی الیک بجذع النخلة تساقط علیک رطبا جنیا۔

(مریم: ۲۴-۲۵)

اور پکارنے والے نے نشیب سے پکارا، اے مریم، رنجیدہ نہ ہو۔ تیرے پروردگار نے تیرے پائیں میں ایک نہر جاری کی ہے۔ درخت کے تنے کو پکڑ کر ہلا، پکی پکی کھجوریں گریں گی۔

اور کیا اسی کے بعد بحالت بیداری حضرت مریم کو یہ ملکوتی مکاشفہ نہیں ہوا:

فکلی واشربی و قری عینا فاما ترین من البشر احدا فقولی انی نذرت للرحمن صوما فلن اکلم الیوم انسیا۔

(مریم: ۲۶)

پس کھا اور پی اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈی کر، اگر کسی آدمی کو تو دیکھے تو اس سے کہہ کہ میں نے اللہ کے نام کا روزہ رکھا ہے اور آج میں کسی سے نہ بولوں گی۔

پس اگر ایسا ہوتا ہے اور ہوا تو پھر کیا ہوا، اگر تاریخی طور پر ہمارے مورخین ان واقعات کو بیان کرتے ہیں۔

صوتی مکاشفہ

(۱۴) بی بی آمنہ فرماتی ہیں کہ ٹھیک جس وقت ولادت کی کیفیات شروع ہوئیں تو سب سے پہلے ان کو ایک صوتی مکاشفہ ہوا، فرماتی ہیں۔

"میں نے تڑاکے کی ایک آواز سنی جو بہت سخت تھی اور میں سہم گئی"۔ (۳۲)

(۱۵) اس کے بعد آپ کے سامنے سے غیبی حجابات اٹھا دیے گئے اور جو کچھ وہاں ہو رہا تھا اس کا مکاشفہ ہونے لگا:

طیری مکاشفہ

فرماتی ہیں: "پھر میں نے ایک سفید پرندے کے بازو کو دیکھا جو دل کو سہلا رہا تھا اور اس عمل سے میرا خوف جاتا رہا اور نہ صرف رعب بلکہ جو ولادت کی بے چینی تھی وہ بھی زائل ہو گئی۔"

شربت کا مکاشفہ

(۱۶) اس کے بعد فرماتی ہیں کہ میں نے جو غور کیا تو کیا دیکھتی ہوں کہ میرے

سامنے شربت کا ایک پیالہ ہے جس کا رنگ بالکل سفید تھا۔بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے اسے دودھ خیال کیا اور مجھے پیاس بھی شدت سے لگی ہوئی تھی، اٹھا کر پی گئی۔ پینے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ شہد سے بھی زیادہ شیریں تھا۔

غیبی عورتوں کا مشاہدہ

(۱۷) کشفی حالت دم بدم بڑھ رہی تھی، فرماتی ہیں:-

"اب میں نے دیکھا کہ ایک روشنی بلندی سے میری طرف اتر رہی ہے، میں نے غور جو کیا تو اس میں چند طویل القامت عورتوں کو پایا، ایسا محسوس ہوا کہ عبد مناف کے خاندان کی عورتیں ہیں جو مجھے گھیرے کھڑی ہیں اور میں نے گھبرا کر کہا کہ ہائیں! میری اس حالت کا علم ان عورتوں کو کس طرح ہوا۔ میرے اس تعجب پر ان میں سے ایک نے کہا کہ میں "آسیہ فرعون کی عورت ہوں۔" دوسری نے کہا کہ "میں مریم بنت عمران (حضرت مسیح کی والدہ) ہوں اور یہ بھی بولیں کہ اور جو ہیں وہ حوریں ہیں۔" (۲۴)

نقیب کی آوازوں کا مکاشفہ

(۱۸) اس حال کے بعد فرماتی ہیں:

"میں نے پھر تڑاکے کی آواز سنی اور اب رہ رہ کر یہ آواز بار بار آرہی تھی، اور ہر پچھلی آواز پہلی سے زیادہ زور دار تھی جس سے میرا خوف بڑھتا جاتا تھا، میری پریشانی بڑھتی جاتی تھی کہ یکایک اب کی دفعہ میں کیا دیکھ رہی ہوں کہ سفید ریشم کی ایک چادر آسمان و زمین کے درمیان لٹک گئی اور ایک پکارنے والا پکار رہا ہے:

"لوگوں کی نگاہوں سے انھیں چھپالو۔"

اب میں نے غور کیا تو دیکھتی ہوں کہ فضا میں کچھ لوگ ادھر ادھر کھڑے ہوئے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں چاندی کے سفید آفتابے ہیں۔

مثالی ہستیوں کا مکاشفہ

(۱۹) حضرت آمنہ کو اس کے بعد یہ مثالی صورتیں نظر آئیں، فرماتی ہیں:

"میں نے دیکھا کہ پرندوں کا ایک جھنڈ سامنے سے اڑتا ہوا آرہا ہے اور میرا کمرہ ان سے معمور ہو گیا۔ ان کے چونچ زمرد کے مانند تھے اور بازو یاقوتی معلوم ہوتے تھے۔"

جھنڈوں کا مکاشفہ

اس کے بعد حضرت آمنہ کی کشفی حالت میں ترقی ہوتی ہے، خود فرماتی ہیں۔
"فکشف اللہ عن بصری "یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے سر کی آنکھوں سے بھی پردہ ہٹا دیا، اور دنیا کے مشرقی اور مغربی ممالک یکایک میرے سامنے ہوگئے۔ میں نے تین جھنڈوں کو لہراتے ہوئے دیکھا :

(۱) ایک مشرق کی بلندیوں پر لہرا رہا تھا۔
(۲) دوسرا مغرب کی بلندیوں پر۔
(۳) تیسرا کعبہ (وسط دنیا) پر۔

(۲۰) اس کے بعد فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے پیٹ میں حرکت محسوس کی، یہ کیسی جنبش تھی اور کیا تھا۔ کیا جس کے لیے عالم تکوین جنبش میں آیا تھا، اس کی یہ آخری جنبش تھی۔ خدا جانے کیا تھا اور کیا ہوا۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں :

"میں نے ان ہی ہنگاموں میں دیکھا کہ وہ کسی کے آگے پیشانی ٹیکے انگلیاں آسمان کی طرف اٹھائے تشریف فرما ہیں۔"

"راز" پردے سے باہر آگیا اور جس مقصد کے لیے سب کچھ کیا گیا تھا وہ سامنے آگیا، آنے والا آگیا، قومیں بل گئیں، احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ستائش سے زمین بھر گئی۔ داؤد کی بانسری کا نغمہ اب جا کر منطبق ہوا۔ تو بنی آدم میں نہایت حسین ہے۔ اے پہلوان، تو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حمائل کر کے اپنی ران پر لٹکا۔ امانت، حلم و عدالت پر اپنی بزرگی اور اقبال مندی پر سوار ہو۔ تیرا داہنا ہاتھ تجھے ہیبت ناک کام دکھائے گا۔ (زبور ۴-۲۵)

مسیح علیہ السلام کا وہ مبارک "فارقلیط" آگیا جس کو معماروں نے اگرچہ عرب میں لا کر بسایا لیکن بقول مسیح "وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا، اس پر پہلوں نے بھی تعجب کیا اور وہ بھی تعجب کر کے فرماتے ہیں کہ یہ خداوند کی طرف سے ہے۔" (۲۵)

جسے راج رد کر چکے تھے وہ پتھر
ہوا جا کے قائم وہ آخر سرے پر

(مسدس حالی)

اللھم صل علیہ وسلم۔ اللھم بارک علیہ وسلم۔ صلوۃ دائمۃ متلازمۃ

مبارک ہو، شہر دوسرا تشریف لے آئے۔ مبارک ہو، محمد مصطفے (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے آئے۔

فاطمہ بنت عبداللہ کا مکاشفہ

انوار کی جھڑی بندھی ہوئی تھی ۔علویات اپنے مرکز کو شہادت میں پا کر اسی طرف کھنچے چلے آتے تھے ۔سیدہ آمنہ تو جو کچھ دیکھ رہی تھیں وہ دیکھ ہی رہی تھیں لیکن زچہ خانے کی ایک عورت جس کا نام فاطمہ بنت عبداللہ تھا اور جو عثمان بن عاص کی والدہ تھیں آخر ان پر بھی مکاشفے کی حالت طاری ہوئی ،وہ عالم غیب کے اجرام نورانی کو دیکھ کر فرماتی ہیں :-

"میں نے دیکھا کہ سارا گھر روشنی سے بھر گیا،میں نے یہ بھی دیکھا کہ تارے آسمانوں سے لٹکے چلے آتے ہیں ،ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا گر پڑیں گے۔"(۳۶)

صبح صادق کے وقت اگرچہ آسمان میں تارے کم رہ جاتے ہیں ،لیکن کیا یہ اسی محدود عالم کے تارے تھے یا کسی اور کرے کے غیبی لطائف تھے ۔جس نے دیکھا وہی اس کو بہتر جان سکتا ہے۔

سفید ابر کا مکاشفہ

(۲۲) سیدہ آمنہ پر ولادت کے بعد بھی مکاشفہ و اشراق کی حالت دیر تک قائم رہی، بعد وضع کے فرماتی ہیں :-

"میں نے دیکھا کہ ایک ابر سفید اس کے بعد ظاہر ہوا اور ان کو ڈھانک لیا۔ پھر وہ میری نگاہوں کے سامنے نہیں تھے کہ اس کے بعد آواز آئی کہ پکارنے والا پکار رہا ہے کہ ان کو مشرقی اور مغربی ملکوں میں گھماؤ ،اور ان کو دریاؤں میں بھی لے جاؤ تا کہ سب پہچان لیں اور سب کو ان کا نام اور ان کی صورت معلوم ہو جائے ۔اور یہ کیفیت بہت جلد غائب ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر سامنے آگئے۔"

یہ غیبی "ابر سپید" جس کا چرچہ عموماً مولودوں میں کیا جاتا ہے ،اس کی زیادہ تفصیل مشہور اسلامی مورخ و محدث علامہ خطیب بغدادی کی روایت سے ہوتی ہے۔ان کی روایت میں ہے کہ حضرت آمنہ فرماتی ہیں :-

"میں نے اس ابر کو دیکھا ،اس سے روشنی کے چھوٹے بقعے چھوٹ رہے ہیں اور

اس کے اندر سے گھوڑوں کی ہنہناہٹ، پرندوں کے بازؤں کی پھڑ پھڑاہٹ اور لوگوں کی باہمی گفتگو کی گھنگھناہٹ کی آوازیں آرہی تھیں۔ اتنے میں وہ بادل آپ پر چھا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری نگاہوں سے غائب ہو گئے۔"

اس کے بعد آواز آئی کہ کوئی پکارنے والا پکار رہا ہے:

کائنات پر وجہ کائنات کی پیشی

لے جاؤ! ان کو پورب پچھم کے ملکوں میں لے جاؤ، دریاؤں کی سیر کرالاؤ اور ہر جان دار جن وانس ملائکہ، پرند، چرند، وحوش و درند پر ان کو پیش کرو"

یہ عجیب مثالی اشراقات تھے جن کی باریکیوں کو وہی جان سکتے ہیں جو اس کے تجربہ کار ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد یہ آواز بھی آئی کہ جو کچھ پہلوں کو دیا گیا ہے وہ سب ان کو دے دو۔(۴۷)

(۲۳) سیدہ آمنہ فرماتی ہیں: اس کے بعد ابر کھل گیا، لیکن ان کی علوی کیفیت، کشفی حالت اسی طرح باقی ہے۔

حریری چادر

فرماتی ہیں اب مجھے نظر آیا کہ آپ ایک حریر کے کپڑے میں نہایت احتیاط سے لپیٹے ہوئے ہیں اور پانی کے کچھ قطرات اس سے ٹپک رہے ہیں۔

فتح عام کی بشارت

(۲۴) اس کے بعد آواز سنی کہ پکارنے والا پکار رہا ہے:

"اہاہا! اہاہا! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ساری دنیا پر چھا گئے، مخلوقات میں کوئی ایسا نہیں جو ان کے قبضے سے باہر ہو۔"

ملکوتی غسل اور مہر نبوت کا مکاشفہ

(۲۵) سیدہ آمنہ کو ان مسلسل مشاہدات نے اب تک اتنی فرصت نہ دی کہ اپنے ایسے عظیم الشان بچے کی پیاری صورت دیکھیں۔ فرماتی ہیں:

"اس کے بعد مجھے کچھ ہوش آیا اور میری نگاہ ان کے چہرے پر پڑی، ایسا معلوم ہوا کہ چودھویں رات کا چاند چمک رہا ہے، ان سے ایسی خوشبو نکل رہی تھی کہ گویا مشک میں نہائے ہوئے ہیں، لیکن یہ حال زیادہ دیر تک نہیں رہا، پھر حجابات اٹھ گئے۔ فرماتی ہیں:

"پھر میں نے یکایک دیکھا کہ تین آدمی چلے آ رہے ہیں۔"

غور کرنے کا مقام ہے کہ زنانہ مکان کے ایک حجرے میں یہ سارے مکاشفات ہو رہے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فضا ساری ان کے لیے کھلی ہوئی ہے۔ بہر حال فرماتی ہیں:

"میں نے دیکھا کہ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ ہے اور دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا ایک طشت ہے۔ تیسرے کے ہاتھ میں سفید ریشم کا ایک رومال ہے۔ تیسرے نے اس رومال کو کھولا، اس سے ایک انگوٹھی نکالی، جس کی چمک دمک سے مجھے کچھ چکا چوند لگ گئی۔ اس کے بعد انھوں نے غسل دیا اور اس انگوٹھی سے مونڈھے کے درمیان مہر لگائی اور پھر اس انگوٹھی کو رومال میں باندھ کر اپنے بازو میں چھپا لیا اور پھر مجھے دے دیا۔"

یہ لین دین کہاں ہو رہا تھا اور اس کا تعلق کس عالم سے تھا، جن پر گزری وہی جانے، ورنہ یوں تو ظاہر ہے کہ سیدہ آمنہ نے اپنے متروکات میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی۔

روشنی کا مکاشفہ

(۲۶) طبقات ابن سعد میں ہے کہ سیدہ آمنہ کو ولادت کے وقت بھی بحالت بیداری یہ مکاشفہ ہوا۔ آپ فرماتی ہیں:

جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے علیحدہ ہوئے تو اسی کے ساتھ ایک روشنی بھی نکلی، جس سے مشرق و مغرب اور ان کے درمیان میں جتنے مقامات ہیں سب مجھ پر منکشف ہو گئے۔"

حاکم کی روایت میں ہے کہ صرف شام کے قلعے منکشف ہوئے۔

قابلہ یادائی جنائی کا مکاشفہ

(۲۷) مشہور صحابی حضرت عبدالرحمن بن عوف کی والدہ ماجدہ جن کا نام شفا بنت عوف ہے فرماتی ہیں کہ میں ولادت کے وقت زچہ خانہ میں تھی، میرے ہاتھ پر آپ پیدا ہوئے، اسی حالت میں کہ یکایک حجابات اٹھ گئے اور میرے سامنے مشرق و مغرب کے تمام درمیانی علاقے آ گئے، یہاں تک کہ مجھے شام کے بعض قلعے بھی نظر آئے۔ اس کے بعد یکایک مجھے کسی چیز نے ڈھانک لیا، جس سے میرے بدن میں کپکپی پیدا ہو گئی اور کان

میں یہ آواز آرہی تھی کہ کوئی کسی سے کہہ رہا ہے کہ تم کہاں لے گئے تھے؟ جواب دینے نے کہا مشرق کی طرف۔ پھر وہی غشی اور لرزے کی حالت طاری ہوئی اور وہ غائب ہو گئے۔ پوچھنے والے نے پھر پوچھا کہ کہاں لے گئے تھے؟ تو کہا کہ مغرب کی طرف۔"

ایک یہودی جوتشی کا مکاشفہ

(۲۸) نہ صرف زچہ اور زچہ خانہ کی عورتوں پر یہ حالتیں طاری ہوئی تھیں بلکہ جہاں کہیں بھی کوئی لطیف روح یا قلب صافی موجود تھا ان پر ان غیبی برق تابیوں کے اثرات طاری ہوتے تھے، ان میں سے اس وقت میں فقط دو مکاشفے درج کرتا ہوں :

حضرت حسان بن ثابت صحابی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ "میں مدینہ میں تھا اور اس وقت میں سات یا آٹھ سال کا تھا تاہم مجھ میں اتنی عقل تھی کہ جو سنتا تھا اسے تھا۔ بہرحال میرے کان میں یکایک آواز آئی، غور جو کیا تو معلوم ہوا کہ ایک یہودی مدینہ کی ایک گڑھی کی بلندی پر چڑھ کر چلا رہا ہے :

"یہودیو ! یہودیو ! دوڑو، دوڑو" !!

میں نے دیکھا کہ یہودیوں کی جماعت ادھر دوڑی جارہی ہے، میں بھی دوڑ پڑا، جب لوگ اس کے پاس پہنچ گئے تو کہنے لگے کہ مرد خدا تجھے کیا ہوا کہ یکایک چیخنے لگا؟ بولا : "آج احمد کا ستارہ طلوع ہو گیا اور آج کی رات وہ پیدا ہو گیا۔" (۳۸)

مسیح علیہ السلام بھی جب پیدا ہوئے تو انجیل میں بیان کیا گیا ہے کہ "کئی مجوسی پورب سے یروشلم میں یہ کہتے ہوئے آئے کہ یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا وہ کہاں ہے؟ کیونکہ پورب میں اس کا ستارہ دیکھ کر ہم اسے سجدہ کرنے آئے ہیں۔" (۳۹)

ایک دوسرے یہودی جوتشی کا مکاشفہ

(۲۹) اسی طرح مکہ کے ایک یہودی کا واقعہ بھی ہے، یہ واقعہ حضرت عائشہ نے کسی سے سنا تھا، وہ فرماتی ہیں :

" مکہ میں ایک ساہو کار یہودی تھا، جس شب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو وہی ساہو کار یہودی گھر گھر قریشیوں سے پوچھتا پھرتا تھا، کیا تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ عموماً لوگ لاعلمی ظاہر کرتے۔ وہ بولا کہ آج اس امت کا نبی پیدا ہوا چکا ہے، جس کے مونڈھے کے درمیان ایک علامت ہے، اس کے اس کہنے پر لوگ مختلف مکانوں کی

طرف دوڑ پڑے، بالاخر ان کو پتہ چلا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے۔ لوگوں نے یہودی کو خبر دی وہ بے تحاشا ان کے ساتھ لے کر حضرت کے گھر کی طرف دوڑ پڑا اور جس طرح بن پڑا اس نے کہا کہ میں بچے کو دیکھنا چاہتا ہوں۔اجازت مل گئی۔یہودی نے پشت مبارک کھول کر دیکھی اور دیکھتے ہی بے ہوش ہو گیا، جب ہوش آیا تو کہتے تھے کہ بے اختیار ہو کر چلا رہا تھا کہ :

"بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہوگئی۔ یہ ایک دفعہ لوگوں پر چھا جائے گا۔ پھر اس کی خبر مشرق و مغرب ہر طرف سے آئے گی۔"(۴۰)

قصر کسریٰ۔ بحیرہ ساوہ آتش کدہ ایران کے واقعات

(۳۰) یہ بھی ایک تاریخی واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عالم غیب سے شہادت میں نقاب افگن ہوئے تو کسریٰ کا ایوان ہل گیا اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے، بحیرہ سادہ خشک ہو گیا، آتش کدہ ایران بجھ گیا۔(۴۱)

یہ واقعات ان کتابوں میں درج ہیں جن کے مصنفین تیسری چوتھی صدی ہجری میں ایوان کسریٰ کے قریب بغداد میں رہتے تھے اور یہ واقعات مسلمانوں میں ابتدا سے مشہور تھے، اب اگر ایوان کسریٰ کے کنگرے نہیں گرے تھے تو یہ اپنی عینی شہادتوں سے اس کو غلط ثابت کر سکتے تھے۔علاوہ اس کے یہ بھی ممکن ہے کہ جس طرح مثالی صورت میں حجی نبی نے تمام قوموں کو ملتے دیکھا، جس کی تعبیر بعد کو نکلی، اسی طرح کسی نے دولت ایران کے زوال کو اس شکل میں دیکھا ہو۔

نیز کنگروں کا گر جانا، آگ کا بجھ جانا، دریاؤں کا خشک ہو جانا ایک معمولی سی بات ہے۔ دریائے ساوہ تو اس زمانے سے لے کر اس وقت تک حضر موت کے میدانوں میں خشک پڑا ہے۔ (۴۲) ایران کا آتش کدہ بھی قطعاً بجھ چکا ہے۔ طاق کسریٰ کے کنگرے بھی گر چکے ہیں۔ اب رہ گئی یہ بات کہ آیا ان حادثات کا تعلق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ہے یا روزمرہ پیش آنے والے حوادث کے سلسلے کی چیزیں تھیں؟ ہم اہل اسلام اس کو ولادت کے آثار بتاتے ہیں، ہمارے مورخین ایسا ہی خیال کرتے ہیں۔ مخالف کو اختیار ہے کہ اس کے لیے کوئی دوسرا سبب تراش لے۔ بہر حال منکر کو بھی ان واقعات کے انکار کی جرات نہیں۔ ہاں اسباب کے متعلق وہ بحث کر سکتا ہے اور ہر جگہ کر سکتا

ہے۔ خود کائنات کے اس نظام کو ایمان والے حق سبحانہ و تعالی کی کارفرمائیوں کی جلوہ گاہ یقین کرتے ہیں، لیکن شکیوں کو اس میں بھی شک ہے۔ وہ سب کچھ مادہ کے مجہول لفظ سے نکلا ہوا مان کر مطمین ہو چکے ہیں، ایسی باتوں کے جواب میں اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

ان الله وملائکته یصلون علی النبی یا ایها الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیماہ فصلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه سید نامحمد و آله وصحبه اجمعین۔

حواشی

۱۔ (ترجمہ) بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور واضح کتاب آئی ہے۔

۲۔ (ترجمہ) بے شک اللہ اور اس کے فرشتے رسول اللہ پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی اس پر رحمت اور سلام بھیجو۔

۳۔ اذ قال یوسف لابیه یاابت انی رایت احد عشر کوکبا و الشمس والقمر رایتهم لی ساجدین (سورہ یوسف: ۴)

۴۔ قال یابنی لاتقصص رویاک علی اخوتک فیکیدو الک کیدا (سورہ یوسف: ۵)

۵۔ وقال الاخر انی ارانی احمل فوق راسی خبزا تاکل الطیر منه (سورہ یوسف: ۳۶)

۶۔ وقال الملک انی اری سبع بقرات سمان یا کلهن سبع عجاف و سبع سنبلات خضر و اخر یابسات (سورہ یوسف : ۴۳)

۷۔ حافظ ابن حجر نے نسائی اور مسند احمد کے حوالے سے اسی روایت کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سند اس روایت کی حسن ہے، اسی میں ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پتھر پر پھاوڑا چلاتے تھے، تین ضرب میں چٹان ٹوٹی اور ہر ضرب پر روشنی چمکی۔ پہلی دفعہ روشنی دیکھ کر ارشاد ہوا اللہ اکبر شام کی کنجیاں مجھے دی گئیں اور خدا کی قسم بصری (شام کا ایک شہر) کے سرخ قصور و محلات کو میں دیکھ رہا ہوں۔ دوسری دفعہ فرمایا کہ فارس (ایران) کی کنجیاں مجھے دی گئیں اور مدائن (پایۂ تخت ایران قریب شہر بغداد) کے سفید محلوں اور ایوانوں کو میں دیکھ رہا ہوں۔ تیسری دفعہ فرمایا کہ اللہ اکبر یمن کی کنجیاں میرے حوالے کی گئیں اور صنعا کے دروازوں کو میں اسی جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔

(فتح الباری صفحہ ۳۱۸ جلد ۷ مطبوعہ مصر)

۸۔ بخاری شریف کے الفاظ ہیں ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج فی رمضان من المدینة و معه عشرة آلاف (یعنی مدینہ منورہ سے فتح مکہ کے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار صحابیوں کے ساتھ نکلے (بخاری غزوۃ الفتح۔ دوسری حدیث) سینا کی روشنی میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو دکھایا گیا جس کو دیکھ کر وہ چلائے :

"خدا سینا سے نکلا، سعیر سے چمکا اور فاران ہی کے پہاڑوں میں جلوہ گر ہوا، دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ۔" (توریت باب ۱۷ / ۲) فاران مکہ کی پہاڑیوں کا نام ہے۔ "خطبات احمدیہ" میں سرسید نے اس پر مفصل بحث کی ہے۔ تورات کی کتاب استثنا کے جو تراجم ۱۹۳۵ء سے پہلے شائع ہوئے ہیں ان میں "دس ہزار" ہی کا لفظ پایا جاتا ہے، لیکن خدا ہی جانتا ہے، ۱۹۳۵ء کے ترجمے میں بجائے دس ہزار کے "لاکھوں" کا لفظ پایا جاتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ تحریف و تبدیل کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔

۹۔ اردو کے ترجمے میں "محمد" کے لفظ کا ترجمہ مختلف الفاظ میں کیا گیا ہے۔ کبھی ستودہ صفات۔ کبھی "عشق انگیز" لیکن عربی ترجمے کے مطبوعہ نسخے میں "محمدیم" کا لفظ آج تک موجود ہے۔

۱۰۔ بدر اور حنین میں کنکریاں لے کر دشمن کی صفوں میں پھینکی گئیں۔ احد میں ابی بن خلف وعدے کے مطابق اس بھالے سے زخم کھا کر مرا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چلایا تھا۔ پیروں سے بھی داہنے ہاتھ کے کام دکھائے گئے۔ (درمنثور)

۱۱۔ حضرت عیسیٰ یہ کہتے ہوئے دنیا سے ...... سدھارے کہ "میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تم سے کہوں، پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے، لیکن جب وہ یعنے "سچائی کی روح" آئے تو تمھیں ساری سچائی کی راہ بتائے گی کیونکہ وہ اپنی نہ کہے گی، بلکہ جو کچھ سنے گی سو کہے گی" (یوحنا کی انجیل باب ۱۶ نمبر ۱۲، ۱۳)

قرآن پاک میں ہے کہ :

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی علمہ شدید القوی (نجم : ۳، ۴)

پھر جاتے ہوئے حضرت عیسیٰ نے کہا کہ : "پر اب اس پاس جس نے مجھے بھیجا ہے جاتا ہوں اور تم میں سے کوئی مجھ سے نہیں پوچھتا کہ تو کہاں جاتا ہے؟ بلکہ اس لیے کہ میں نے تمھیں یہ باتیں کہیں، تمھارا دل غم سے بھر گیا، لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا ہی تمھارے لیے فائدہ مند ہے۔ میں اگر نہ جاؤں تو "تسلی دینے والا" تمھارے پاس نہ آئے گا، پر اگر جاؤں تو اسے تمھارے پاس بھیج دوں گا۔" (یوحنا انجیل باب ۱۶ نمبر ۵ تا ۷)

۱۲۔ قرآن میں ہے کہ ایک قیدی نے خواب میں دیکھا کہ میں انگور نچوڑ رہا ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ تم بادشاہ کو شراب پلانے کی خدمت کرو گے اور یہی واقعہ پیش آیا۔ قال احد ھما انی ارانی اعصر خمراً ...... اما احد کما فیسقی ربہ

خمراً (یوسف : ۳۶ و ۴۱)

۱۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس جملے کی طرف اشارہ ہے کہ گلیل کی جھیل کے سامنے سب سے پہلے انھوں نے آواز دی " توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آ گئی ہے۔" (انجیل متی باب ۴ نمبر ۱۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت اسی واقعہ کی بشارت دینے کے لیے ہوئی تھی۔ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد.............. (سورۃ صف : ۶) کا مطلب یہی ہے۔

۱۴۔ زرقانی بحوالہ محدث جلیل خطیب بغدادی جلد ا ص ۱۲۴۔

۱۵۔ الحاکم: الفاظ کے معمولی تغیر کے ساتھ یہ روایت بیہقی، مسند احمد بن حنبل، متدرک حاکم وغیرہ میں پائی جاتی ہے اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں بھی اس کو درج کیا ہے۔ دیکھو زرقانی جلد ا صفحہ ۲۲۔

۱۶۔ یہ سب باتیں صحیح مسلم میں ہیں۔

۱۷۔ بخاری و مسلم

۱۸۔ ترمذی

۱۹۔ ایضاً۔

۲۰۔ ابو نعیم فی الحلیہ منقول از زرقانی جلد ا صفحہ ۱۰۸۔

۲۱۔ روضۃ الانف از محدث سہیلی بحوالہ بستان علی قیروانی صفحہ ۱۰۵۔

۲۲۔ زرقانی جلد ا ص ۹۱۔

۲۳۔ یہ روایت ابن عباس کی ہے، ابن عساکر، خرائطی، ابو نعیم وغیرہ اس کے راوی ہیں۔

۲۴۔ زرقانی جلد ا صفحہ ۱۰۲۔ میں اس روایت کی تفصیلات پڑھیے۔

۲۵۔ کہانت کا رواج جاہلیت کے زمانے میں عرب میں بھی تھا اور عرب کے سوا بھی دوسرے ملکوں میں اس خاص طریقے کی لوگ مشق و ملکہ حاصل کیا کرتے تھے، ہمارے علما کا خیال ہے کہ بعض لوگ جن یا خبیث روحوں کو تابع کر کے آیندہ کے واقعات ان سے دریافت کیا کرتے تھے اور کچھ ایسے بھی تھے جو وجد کی سی کیفیت اپنے اوپر طاری کرتے تھے، جس سے ان میں یکسوئی کی حالت پیدا ہو جاتی تھی اور باطنی قویٰ بیدار ہو جاتے تھے جن کی راہ سے بعض ایسے معلومات سے آگاہی ان کو حاصل ہو جاتی تھی جو عوام کو معلوم نہیں ہوتے، اور کبھی علم نجوم یا علم کف دست قیافہ وغیرہ سے بھی اس راہ میں ان لوگوں کو مدد ملتی تھی

لیکن یہ سارے ذرائع زیادہ تر مشکوک وہم ہوتے ہیں ،ایک میں نیانوے باتوں کااضافہ آدمی کا وہم کر دیتا ہے ،اسی لیے اسلامی شریعت میں ان امور کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔

۲۶۔ کتاب یسعیاہ نبی باب ۶۰

۲۷۔ابن ہشام ،زرقانی وغیرہ جلد ا صفحہ ۱۰۶

۲۸۔شامی ،واقدی ،زرقانی وغیرہ۔

۲۹۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم و نقلہ الزرقانی و الاندلسی۔

۳۰۔ زرقانی نے مستدرک حاکم ،ابن حبان وغیرہ سے اس روایت کو نقل کیا ہے اور تفصیل کے ساتھ اس پر بحث کی ہے۔ بصری ،شام کے ایک تجارتی شہر کا نام ہے۔

۳۱۔انجیل متی باب ۴ نمبر ۷۔

۳۲۔ابن اسحاق فی مغازیہ۔

۳۳۔ابو نعیم عن ابن عباس۔ عالم غیب میں کیا سلامی کی توپیں اتاری گئیں جن کے اثرات شہادت تک پھیل گئے۔ ممکن ہے کہ اس سے یوم ولادت میں توپ سلامی کے مسئلے کو مستنبط کریں۔

۳۴۔ابو نعیم فی الحلیہ و زرقانی۔

۳۵۔ "یسوع نے انہیں کہا کیا تم نے نوشتوں میں کبھی نہیں پڑھا کہ وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا وہی کونے کا سرا ہوا۔ یہ خداوند سے ہوا اور ہماری نظروں مین عجیب ہے ،اسی لیے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور ایک قوم کو جو اس کے پھل لادے ،دی جائے گی۔ اور جو اس پتھر پر گرے گا چور چور ہو جائے گا ،پر جس پر وہ گرے اسے پیس ڈالے گا۔"

(انجیل متی باب ۲۱ نمبر ۴۲ تا ۴۴ نیز انجیل لوقا باب ۲۰ نمبر ۱۷، ۱۸)

بخاری اور مسلم کی متفقہ روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ :-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ، ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنیٰ بینا ، فاحسنہ و اجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون و یقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ ، قال ، فانا اللبنۃ ، وانا خاتم النبیین

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور اگلے پیغمبروں کی مثال ایسی ہے جیسے

ایک شخص نے ایک گھر بنایا اور اس کو خوب آراستہ و پیراستہ کیا مگر ایک جانب کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس گھر کے اطراف میں پھرتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں کہ (ایسے آراستہ گھر میں) یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی؟ تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبین ہوں۔ (بخاری کتاب المناقب باب خاتم النبین صلی اللہ صلیہ وسلم)

۳۶۔ حافظ ابو عمرو بن عبدالبر فی کنایۃ النساء منقول از روض الالف۔

۳۷۔ آیندہ روایات زرقانی شرح مواہب لدنیہ سے ماخوذ ہیں، اصل کتابوں کے حوالے اور ان کے متعلقہ مباحث کا مطالعہ اسی کتاب میں کرنا چاہیے۔

۳۸۔ البیہقی و ابو نعیم بحوالہ زرقانی جلد ا صفحہ ۱۲۰۔

۳۹۔ انجیل متی باب ۲، نمبر ۱۔۲۔

۴۰۔ حاکم کی مستدرک میں بھی یہ روایت ہے، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کی تصحیح کی ہے۔ زرقانی صفحہ ۱۲۱۔

۴۱۔ رواہ بیہقی و ابو نعیم والخرائطی و ابن عساکر و ابن جریر طبری، کسریٰ شاہ ایران کا عراقی مستقر مدائن میں تھا جو موجودہ شہر بغداد سے چند میل کے فاصلے پر ہے۔ محل کا کچھ حصہ آج بھی باقی ہے۔

۴۲۔ عرب کے جدید جغرافیہ دان اطلسوں میں اس کی نشان دہی بھی کرتے ہیں لیکن ہمارے یہاں کے عام شارحین حدیث و سیر بحیرہ ساوہ کی نشان دہی فارس کے اس علاقے میں کرتے ہیں جو ہمدان اور قم کے درمیان واقع ہے، کہتے ہیں کہ اسی علاقے میں جہاں آج کل ساوہ نامی شہر آباد ہے، پہلے ایک دریا تھا جس میں کشتیاں چلتی تھیں، مگر عہد ولادت میں وہ خشک ہو گیا اور اسی خشک جگہ پر اب شہر آباد ہے۔ (زرقانی جلد ا صفحہ ۱۲۱)